

قَالَ فِيمَنْ بَيْنَهُمْ وَأَوْقَدَ نَجَاتٍ مِّنْ دُونِهَا

نجات

لازروئے ویدک دھرم اور اسلام

یہ مضمون ہر جواریہ سماج انارکلی لاہور کے سالانہ جلسہ کی تقریب پڑھی

کانفرنس منعقدہ ۱۹۲۶ء میں مولوی عبدالحق صاحب دیار تھی نے پڑھا

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور نے

منصوریہ پریس لاہور میں باہتمام مولوی اختر علی خاں پرنٹر
چھپوا کر شائع کیا

بیان القرآن لعینی اردو تفسیر و ترجمہ القرآن

(از حضرت مولانا مولوی محمد علی صاحب ایم کے ایچ اے ایم اے لاہور)

خصوصیات

۱۔ آیات کی تفسیر آیات، احادیث صحیحہ اور مستند کتب لغت سے۔

۲۔ مخالفین اسلام کے اعتراضات کے جوابات۔

۳۔ ضروریات زمانہ کے لحاظ سے تفسیری نوٹ۔

۴۔ مضامین کی فہرست، مشکل الفاظ کی تشریح۔

۵۔ خط اعلیٰ۔ کاغذ عمدہ اور طباعت دیدہ زیب۔

پہلی جلد۔ قیمت انیس روپے دوسری جلد قیمت ملے۔ تیسری جلد قیمت انیس روپے

مکمل رعایتی قیمت چھٹیس روپے تلوہ محصول ڈاک۔

نوٹ۔ دی پڑی کی درخواست کے ساتھ قیمت کا جو تعانی حصہ پیشگی آنا چاہیے۔

منیجر دارالکتب اسلامیہ احمدیہ پبلڈنگس لاہور

مقدمہ

ویدک مکتی پر ایک چھچھلتی ہوئی نظر

قرآن کریم کا نام الٰہ ذکر ہے اسلئے کہ وہ انسان کو اپنی فطرت اور سچے یا دولا کر کے
 مطابقت آگے ترقی اور نشوونما کی راہوں کو بیان کرتا ہے۔ وہ یہ بتاتا ہے کہ انسان صانع
 حقیقی کی بہترین صنعت ہے۔ اس کی فطرت حسن و خوبی کا ایک معجز بلوغ ہے۔ کہ جو
 اس کی روح کے سپرد کیا گیا ہے۔ پس اس لئے انسان کو چاہیئے کہ وہ اعمال صالحہ کی
 نہروں سے اس کی آبیاری کرتا رہے۔ ایمانیات کے اس شجر طیبہ کی کسی کوپنل کو دبائے کی کوشش
 نہ کرے۔ بیکر، دنیا کے اکثر مذہب نے فطرت انسانی کے اصل خیال کو دیکھنے میں غلطی کھائی ہے۔ اربابِ اعلیٰ
 نے ننگوڑو صوحا دیا۔ اور افعال انسانی کی گونا گوں چیزوں کو دیکھ کر ان کے ذہنوں کے اندر خود راہوشی
 پیدا ہو گئی اور انکو اپنی نسبت آپ فیصلہ کرنے میں غلطی لگ گئی۔ ہندو مذہب کے اربابِ عمل نے
 اعمال کو دیکھ کر فطرۃ پر حکم دیا۔ اور فطرۃ انسانی کو بریوں کا گہوارہ قرار دیا۔ انسان اس دنیا میں
 ہے۔ تو پچھلے جنم کے گناہوں میں پاپ و خبیثاں ہے۔ ابدی تناسخ چکر اسکی سزا ہے۔ مکتی اور نجات
 ہمیں ہی گناہوں کا طوق اسلئے گلو گئے رہتا ہے۔ اور مکتی خانہ کی ہوائی مرگشت کے بعد دوبارہ
 اسی تدارک میں لاکر اسکو قید کر دیتا ہے۔ انسان کیا ہے۔ اور اسکی پیدا ئیش کی غرض و غایت کیا؟
 ابدی تناسخ ملنے والوں کے نزدیک دنیا کی مثال ایک ابدی کارخانہ کی مثال ہے۔ کہ جو ہمیشہ
 ایک ہی طرح کا مل تیار کرتا رہتا ہے۔ جسکے اندر ابداً باوقیلئے انسان پھر کیوں کی طرح چکر

کھاتے ہیں۔ اور کبھی اس گردش سے انکی نجات نہیں سابلندن اور رات کے گھانا مارو پیہم پکر کی طرح بے معادی عمل و نجات کے گردش و سکون آنے رہتے ہیں۔ یہ آریہ سماج کا عقیدہ ہے۔ کہ چونکہ دھرم کا ایک نیا شاخسانہ ہے لیکن جس طرح دنیا کی اکثر ذہنی تعلیمات کے ساتھ لگے حامیوں اور پیرووں نے شدت محبت میں اکثر نادانستہ دشمنی کی معنی خاوند عالم کے مقدس ریشیوں کے بالقبال اپنی عقل خام کا بھی ایک رشی کھڑا کر لیا۔ اور اسکی مدد سے اپنی کتابوں میں اس سے زیادہ دھرم و جنتنا ایشور نے خود ان میں رکھا تھا۔ جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ لوگ اصلی کتابوں سے منہ موڑ کر اس من گھڑت رشی کے پیچھے زیادہ چلے اور ایسا معلوم ہونے لگا۔ گویا کہ وہ کتابیں دنیا کی ہدایت کے لئے نہیں آئیں۔ بلکہ وہ محض کاٹھ کی پتلیاں تھیں کہ جو صرف دوسروں کے اشاروں پر حرکت کرتی تھیں یہی طریق آریوں نے ویدوں کی بابت اختیار کیا ہے۔

آریہ مذہب میں نجات نہیں

نجات اور ذرائع نجات کی بحث کا مدار ہماری روح کی عصمت فطریہ پر ہے۔ لیکن اس پہلے ہی قدم میں آریہ سماج نے ٹھوکر کھالی ہے۔ اور جو آتما (روح) کی سرشت اور فطرہ میں بدی اور گناہ کا تخم موجود مانا ہے۔ پہنچا جو سنیا رتھ پر کاش سلاس کے سوال و جواب نمبر ۲۲ میں روح کی ۲۲ صفات کا ذکر ہے۔ کہ جن میں۔ رنگ^۱ و دیش^۲۔ بھونیش^۳ کو بھی روح کی صفات قرار دیا ہے۔

(بہیجا محبت دشمنی اور خوف)

یہ ظاہر ہے کہ روح کے اندر ان صفات کا ہونا نامناسب و کو فطرانہ کا قرار دینا ہی۔ کیونکہ کوئی ایسا گناہ نہیں

کہ جوں صفات پیدا نہ ہوتا ہوا چسبہ ایک ایسی بنیادی غلطی ہے جس پر جتنی بھی عبارت تعمیر کیا جائے وہ ساری غلط ہوگی۔ مگر یہ صفات ہماری فطرۃ میں موجود ہیں۔ تو ہم ہرگز نجات حاصل کی نہیں سکتے کیونکہ

(۱) جب گناہ ہماری فطرۃ میں ہے تو ہم خواہ کچھ کریں ہم گنہگار نہیں ہو سکتے کیونکہ گناہ خلاف فطرۃ نفل کا نام ہے۔ مگر ہم جو کوئی بڑا کام کرتے ہیں۔ وہ اپنی فطرۃ کے مطابق کرتے ہیں۔

(۲) جب ہماری فطرۃ ہماری پیدا کردہ نہیں۔ بلکہ زنی اور ابدی ہے۔ تو ہم گنہگار نہیں ہو سکتے۔

ہو گئے ایسی صورت میں ہم گنہگار کیونکر ٹھہر سکتے ہیں جسے مجبور اپنی فطرۃ کے تقاضا کو پرہیز کرنا ہے۔

(۳) اپنے آپ کو گزشتہ مثال کی پلاٹس میں یا موردنی گناہ کی زنجیر میں مفید سمجھنا گویا انسان کو

گناہوں کے کرنے میں مجبور سمجھنا ہے۔ اور یہ فیصلہ ازم ہے۔

(۴) جب کتنی کی حالت میں بھی اس دنیا کے کئے ہوئے گناہ معاف ہونے کے بلکہ اسی طرح گردن

پر سوار رہے۔ اور فطرتی بریاں (راگ۔ و دلش۔ بھنویش یعنی جیسا شہوت۔ دشمنی خوف نیوہی)

بھی روح میں موجود ہیں۔ تو نجات کیا خاک ہوئی؟

ویدک نجات کی حقیقت

مجھے افسوس ہے کہ آریہ سماج اپنے آپ کو ایک معقول مذہب ثابت کرنے کی ہمیشہ کوشش کیا کرتی

تیا وہ جس ایسا ایک سنگ ایسے ان تین جزوات سے آگاہوں کا پیدا ہونا بیان کیا گیا ہے۔ شکر راگ سے شہوت

غرور خوش۔ حوس۔ نگلی اور دھوکے بازی پیدا ہونا لکھا ہے۔

دلش سے۔ غصہ۔ حسد۔ دشمنی اور دیگر پیدا ہونا بیان کیا ہے۔ بھنویش سے خوف۔ بزدلی۔ کالی۔ کمزوری۔

جھوٹ و شرہ پیدا ہوتے ہیں۔

ہے۔ اور اپنے آپکو ملتی یا نجات کی واحد ٹھیکیدار سمجھتی ہے۔ لیکن نجات کے متعلق اس کا عقیدہ
اس قدر بڑا اور کمزور ہے کہ سوامی دیاتند کے دلائل کو بڑھ کر سخت تعجب ہوتا ہے۔ کہ
انہوں نے نجات کو کیا سمجھا آپ نجات کے مدعی ہونے کے چند ایک دلائل دیتے ہیں
اسکے ضمن میں اُنکے اپنے ملتی خانہ کا بھی نوٹ اتر آیا ہے۔ کہ جو نظارہ کے قابل ہے۔

(۱) ملتی (نجات) کے مدعی ہونے سے ملتی (نجات) کے مقالم پر بہت سی بھیر بھار ہو جاوے گی کیونکہ
آند زیادہ اور نکاس کچھ بھی نہ ہونے کی وجہ سے وہاں افزونی کا کچھ وار پار نہ رہے گا۔
رہی دکھ کے احساس کے بغیر سکھ کچھ بھی ہو سکتا جیسے گرمی انہو تو میٹھا کیسا اور میٹھا انہو تو کڑوا
کس کو کہیں سیکھو کہ ایک ذائقہ کے خلاف دوسرے ذائقہ کے ہونے پر دونوں کی تمیز ہوتی ہے
مثلاً کوئی میٹھا ہی میٹھا کھا تا پینا رہے۔ تو اُسکو ویسا سکھ نہیں ہوتا جیسا کہ سب قسم
کے ذائقوں کو بھونگنے والے کو ہوتا ہے۔

(۲) اگر بیشور انتہا والے اعمال کا لانا انتہا نتیجہ دیوے تو اس کا انصاف معدوم ہو جائے +
دہم بچہ جس قدر بوجھ کوئی اٹھا سکتا ہے۔ اسی قدر اس پر رکھنا عقلمندوں کا کام ہے۔ جیسے ایک
من بوجھ اٹھا سکتے والے کے سر پر دس من رکھنے سے بوجھ رکھنے والے کی خدمت ہو ا کرتی
ہے۔ ویسے ہی ذرا سے علم اور ذرا سی طاقت والے جیور روح اپلا انتہا سکھ کا بوجھ رکھ دینا
بیشور کے لئے ٹھیک نہیں +

(۳) نیراگر میشور نے جیور روح اپلا کر تہا۔ تو جس ماوہ سے پیدا ہوتے ہیں۔ وہ ختم ہو جائے گا۔
(۴) چاہے کتنا بھی بڑا خزانہ ہو اس میں اگر خزانہ ہے۔ اور آند نہیں۔ تو اس کا کبھی نہ کبھی دیوانہ نکل ہی

جانا ہے۔ اسلئے ہی ایٹن صحیح ہے۔ کہ کتنی میں جانا اور پھر واپس سے واپس آنا۔
 (۷) کیا اختیاری قیدی نسبت عمر بھر کی قید یا پھانسی کو کوئی سزا یا ب تخلص اچھا سمجھتا ہے؟
 (۸) اگر وہاں سے آنا نہ ہو۔ تو عمر قید سے اتنا ہی فرق ہے۔ کہ وہاں مزدوری نہیں کئی پڑتی؟
 (۹) اور برہم میں فنا ہونا تو سمندر میں ڈوب مرنا ہے۔ دیکھو ستیا رتھ پر کاش سلاس ۹ کا
 سوال و جواب نمبر ۲۲۷ سوامی دیانند کے نجات کے بارہ میں مندرجہ بالا خیالات سے ذیل
 کے نتائج نکل سکتے ہیں +

مکتی خانہ میں بھڑکنا اور کانٹا خوف

(۱) ویدک دھرم کا مکتی خانہ (جہاں گھر بہت تنگ ہے۔ کہ جس میں بھڑکنا ہو جانے کے خوف
 سے ایشوری بہت زیادہ روجوں کو اور زیادہ مدت کیلئے نجات نہیں دے سکتے اور یہ ہے بھی سچ
 جہاں اثر دیا م بکثرت ہوتا ہے۔ وہاں کا انتظام بھی مشکل ہو جاتا ہے۔ اسلئے ایشوری
 نہایت دشمندی سے حکم دیکھ کر روجوں کو اُس میں چھوڑنے میں۔ اور ٹھیک وقت پر جگہ
 خالی کروا لینے میں۔ تاکہ دوسری روجیں وہاں آسکیں۔ اور بھڑک نہ ہونے پائے +

ویدک مکتی میں سکھ اور دکھ دونوں ہونگے

(۲) دوسری ذیل سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ صرف سکھ کا ہی مقام نہیں۔ بلکہ کچھ نہ کچھ دکھ بھی
 ضرور ہوتا ہوگا۔ کیونکہ دکھ کے بغیر سکھ کوئی چیز نہیں سمجھا ہوا اور کروا نہ ہو۔ تو میٹھا اور کڑے
 میں تیز کس طرح ہو۔ اسلئے اگر وہاں محتاس ہوگی۔ تو کڑواہٹ بھی ہوگی۔ دوستی ہوگی
 تو دشمنی بھی ہوگی۔ امن اور راحت اگر ہوگی تو خوف اور ہراس بھی ہوگا۔ بھوک ہوگا۔ تو روک بھی ہوگا

(۳) نجات اور کتنی کیا ہے عیش پسند لوگوں کی زندگی کا پورا نونوٹ ہے۔ ۳ مہینے خوب جان مار کر کام کرو اور ۹ مہینے خوب لکھو، ٹاڈا اس طرز معاشرت کے معنی یہ ہیں کہ ۳ مہینے میں جو کچھ ہم نے لکھا ہے وہ ۹ مہینے عیش میں اڑا لیتے کام کے ۳ مہینے تو ہمارے اندر کچھ خوبی بھی پیدا کر سکتے ہیں۔ اور پوری اپنی تین مہینوں کی محنت کا نتیجہ ہوتا ہے لیکن ۹ مہینے کے عیش کا نتیجہ سوائے روپیہ کی برابری کے اور کچھ نہیں۔ دائمی نجات اور مبعادی نجات میں یہی فرق ہے۔ دائمی نجات میں روحانی ارتقا ہے آگے آگے ترقی ہوتی جاتی ہے۔ مگر مبعادی نجات میں عیش کا نتیجہ دوبارہ اسی دنیا کے بندھن اور دکھ میں پڑنا ہے۔ مبعادی نجات میں ایسٹور ایک بنیا معلوم ہوتا ہے کہ جو جس ایک روپیہ کا سیرا تا تو مشک دیتا ہے۔ لیکن ہمارا تحقیق خیر خواہ نہیں جس میں مستقل طور پر فائدہ پہنچانے کی وہ کوئی تدبیر نہیں بنا سکتا۔

(۴) نجات کو بچھ سے تشبیہ دینا ویدک کتنی کی حقیقت کو ادب ہی کھول کر ظاہر کرتا ہے۔ یعنی ویدک نجات ہمارے اندر کوئی خوبی پیدا نہیں کر سکتی بلکہ وہ ایک ایسا بوجھ ہے کہ جتنا کم اٹھایا جاسکے اتنا ہی بہتر ہے۔ خدا اس بار برداری کے نجات است ہر شخص کو چاہئے

ایستو جی کو دیو الہ کا خوف

(۵) سماجی جی کی اس دلیل سے بھی ای معلوم ہوتا ہے۔ کہ ارواح کو دائمی نجات نہ دینے کی وجہ ارواح کے ہمیشہ کیلئے نجات پاکو ایسٹور کے ہاتھ سے نکل جاتے کا خوف ہے۔ بنی بنائی اتفاقیوں میں کئی ہیں اگر چہ نجات کی نجات پاجائیں۔

تو اور بنائی نہیں سکتا۔ زلی ارواح نجات دائمی پائیں۔ کہ تو کیا کرے۔

(۶) دیوالہ نکل جائے کا خوف واقعی قابل لحاظ ہے۔ جو لوگ خود کو کھٹو سمجھتے ہیں انکو مال وراثت نہایت احتیاط سے صرف کرنا چاہیے۔ سوامی جی کا یہ مشورہ ملکہ انتہا بہت ہی قابل تعریف ہے۔ روجوں کی رقم دیکھ کر خوف کر دینا اور نجات گھر کا بھی کھانا برابر رکھ کر ایسا نہ ہو دیا نہ نکل جائے۔ چادر دیکھ کر پاؤں پسا رو۔ یہ زریں نصائح ہیں۔ کہ جکی یا بندی دردم پاندی فی الحقیقت عزت اور دولت کا سوال ہے۔

۸۔ اکتی کیا ہے؟ قید خانہ ہے۔ جتنی تنگڑی ہو اتنی ہی اچھی ہے۔ بلکہ نہ ہو تو اور بھی اچھی ہے۔ یہ ہے فلسفہ نجات جو آریہ پیش کرتے ہیں۔ نجات کو قید سے تشبیہ اس سبب سے کہ جگہ عقل پر قربان ہونے کو بھی چاہتا ہے +

(۹) اگر نجات پا کر الیشور میں لین (خلیل) ہو جانا سمندر میں ڈوب کر مرنے ہے۔ تو تو بھی بچ کر صا رہیں ڈبکیاں کھانے اور باہر نکلنے کے لئے نائے دانے اور مدد طلب کرنے کیلئے شور و غوغا کرنے سے بہت اچھا ہے۔ کیا شتہ شتیب رشی کی دعا جو رگ وید میں موجود ہے۔ سوامی جی نے انگو مکتی سے واپس آئینا کا ایک ہی حوالہ بیان کیا ہے۔ کیا اس سے یہی ثابت نہیں ہوتا کہ وہ ایک ایسے دکھ کی جگہ ہے۔ کہ جہاں سے باہر نکلنے کے لئے ایک رشی عاجزی سے دعا مانگتا ہے اور اس شخص کی طرح کہ جسکو چاروں طرف سے مار پڑ رہی ہو اور وہ مصیبت کے وقت کبھی کسی کو مدد کرنے کا ذرا ہوا اور کبھی کسی کو ایسی طرح بیچارہ شتہ شتیب مختلف دیوتاؤں کو مدد کیلئے بلاتا رہا ہے۔ (دیکھو ستیا رتھ پر کاش سلاش ۹ فقرہ ۲۰)

دیکھ دو صرم میں نجات کے ذرائع

وید۔ دو صرم شاستر اور گیتا کی تعلیم سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے۔ کہ دو بیک دو صرم میں حصول نجات کا ذریعہ ایک ہے۔

بلکہ برہمن کو نجات دلانے والے اعمال اور برہمن چھتری کے اور ویش کے اور شور کے اور عورت کے اور برہمن کی نجات حاصلِ علم سے ہے۔ چھتری کی برہمنوں کو خیرات دینے اور جنگ میں بہادری دکھانے سے ویش کی عبادت زراعت اور مال و لینش پالنے سے اور شور کی نجات مندرجہ بالا تینوں ذاتوں کی صرف خدمت گزاری پر منحصر ہے۔ چھانچر وید میں لکھا ہے: - وید کے لئے برہمن - حکومت کیلئے چھتری - مال و لینش پالنے کو ویش - دکھ اٹھانے اور خدمت کرنے کیلئے مشہور پید کیا گیا ہے (پیکر ۳) - منوکہننا ہے - وید پڑھنے والے برہمنوں کی خدمت ہی شوروروں کے لئے نجات دہانے والا عمل ہے۔ مشہور کیلئے برہمنوں کی خدمت ہی نیکی کا کام جو بیٹیاستروں کے بنا انہو سے حاصل ہونے کہا ہے۔ اسکے علاوہ جو کچھ بھی وہ اور کرتا ہے۔ - اس کیلئے بے سوچے منوا دھیاء ۹ شلوک

۲۳۵-۲۳۴ اور ا دھیاء ۱۰ - اشوک ۱۲۳-۱۲۲

گیتا میں جناب کرشن چھتری کا دھرم بتلاتے ہوئے ارجن کو کہتے ہیں کہ:-

اگر اپنے دھرم کے خیال دیکھا جاوے تو بھی تجھ کو غم نہیں کرنا چاہیے کیونکہ دھرم کی رو سے چھتری کا جنگ سے بڑھ کر اور کوئی دھرم نہیں ہے +

اور گیتا کے آخری ا دھیاء میں فرماتے ہیں - کرنا اپنا اپنا عمل کرنے والے لوگ عمل کے ذریعہ ہی برہمن ہو سکتے ہیں۔ جو کہ سب کدھ ہے۔ اپنا دھرم کیسا ہی خیر میں سے خالی ہو نجات کا ذریعہ ہے اور دھرم کا دھرم خواہ کیسا ہی خیر میں سے پرگنیوں نہ ہو نجات کا ذریعہ نہیں ہوتا۔ گیتا ا دھیاء ۱۸ شلوک ۴۔ یہ ہے آریہ سماج اور بیدار دھرم کی مکتی اور نجات کا مختصر فوٹو جو بطور نمونہ دکھایا گیا ہے۔ اگر آپ نجات کی اصلاح و حقیقت اور انسانی ارتقاء کے حقیقی مندرجہ بالا کو سمجھنا چاہتے ہیں تو اسلام کے سوا اور کس میں نہیں مل سکتی۔ بعد ازنی و بعد از اسلام

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
سُحْرًا وَنُصْرًا عَلَى رَسُولِ الْكَرِيمِ

الم - ذلک الکتب لاریب فیہ ہدی للمتقین الذین
یؤمنون بالغیب ویقیمون الصلوٰۃ ومما رزقناہم ینفقون
والذین یؤمنون بما انزل الیک وما انزل من قبک وبالاذی
ہم یوقنون اولئک علی ہدی من ربہم واولئک ہم
المفلحون -

زمین اللہ بہت بڑے علم والا ہوں (یہ ایک کتاب ہے کہ جس میں شک و
شہہ کا کوئی شائبہ یا ہلاکت کی کوئی راہ نہیں ہاں اس میں متقیوں یا ایشوریج آگیا پالن
کرنے والوں کے لئے ایک قانون عمل ہے۔ وہ لوگ جو ایک غیب الغیب مستحق یا اور شہبان
ایشور پر ایمان لاتے ہیں نماز کو قائم کرتے اور جو کچھ ہم نے ان کو دیا ہے اس میں سے خرچ
کرتے ہیں اور ایمان لاتے ہیں اس پر کہ جو اسے محمد ہم نے تجھ پر پرکاش کیا اور اس پر بھی جو
تجھ سے پہلے نازل کیا گیا۔ پھر وہ انجام کار یا اعمال کے نتائج پر بھی یقین رکھتے ہیں یہی
وہ لوگ ہیں کہ جو اپنے رب کی طرف سے ہدایت پر ہیں اور یہی فلاح پانے والے ہیں +

اس سے پیشتر کہ میں قرآن کریم کی ان آیات کی تشریح یا دسائل نجات پر اپنے خیالات کو پیش کروں یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ میں لفظ نجات کئی اور موکش کے مفہوم پر بھی روشنی کی ایک جھلک ڈال دوں۔ کئی یا موکش دونوں سنسکرت کے لفظ ہیں کہ جو صحیح معنیٰ آزاد کرنے اور چھوٹ جانے سے بنتے ہیں۔ اور "کئی" منحنی پر تنگ بھونتی جناسیام سا کئی " جس سے چھوٹ جاتے ہیں علیحدہ ہو جاتے ہیں وہ کئی ہے۔ اگرچہ یہ دونوں لفظ چاروں دیدوں کے اندر موجود نہیں مگر صحیح دھاتوں سے اس کے دیگر اشتقاق دیدوں کے اندر جا بجا ملتے ہیں مثلاً "آزوا" "روکتم" "ابندھنات" "مترور مکشی" (سجروید پٹھ)

”جیسے لگڑی اپنے بندھن سے چھوٹ جاتی ہے اسی طرح موت سے نجات ملے بہر حال کئی کے معنی چھوٹ جانے کے ہیں کئی کس سے چھوٹ جانے کو کہتے ہیں اس کا تیسرا کئے شے سماجی دیانند جی کے الفاظ سے بہتر اور الفاظ مجھے نہیں مل سکتے۔ آپ سوال و جواب کے طور پر ستیا رتھ پرکاش میں لکھتے ہیں :-

سوال کئی کس کو کہتے ہیں؟

جواب جس کو پا کر لوگ رہائی پاتے ہیں یا الگ ہونے ہیں وہ کئی ہے۔

سوال کس سے رہائی پانا؟

جواب جس سے چھوٹ جانے کی خواہش سب جو کرتے ہیں۔

سوال کس سے چھوٹ جانے کی خواہش کرتے ہیں؟

جواب جس سے چھوٹنے کی انہیں منزلت ہے۔

سوال کس سے چھوٹنے کی ضرورت ہے؟

جواب دکھ سے۔

الفاظ کی اس شرطی بازی سے آخری نمرہ جومات ہونے سے بچ جاتا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کتنی دکھ سے چھوٹ جانے کا نام ہے۔ عربی لفظ نجات کے معنی ہلاکت سے بلند ہو جانے یا گناہ سے جو ہلاکت پیدا کرتا ہے چھوٹ جانے کے ہیں۔ عام طور پر فدا ہونے کا یہ خیال ہے کہ کتنی یا نجات منس ماتری انتی یا انسان کی ترقی کا انتہائی گول اور بلند سے بلند نصب العین ہے کہ جہاں انسان پہنچ سکتا ہے۔ قریباً تمام کے تمام مذاہب بلکہ دوسرے دیوبند سماجی اور عینی حضرات بھی اپنے اپنے مذاہب اور مت متانتوں کا مقصد و حیدر اسی سنہری گول پر پہنچانا قرار دیتے ہیں اور اس میں کوئی بھی شبہ نہیں کہ دکھ اور کلیش سے رانی آرام اور راحت کا حصول انسانی فطرت کی عین خواہش اور دل کی بیٹھکا تھا ہے بلکہ ہماری زندگی نام ہے اس جدوجہد اور کوشش کا جو ہم سکھ کو حاصل کرنے کے لئے کرتے ہیں۔

وید کہتا ہے دشوانی دیوسو تر دوتانی پراسو تید بھدرقم تن نا اسو مرجمہ اسے سونا دیوتا سب دکھوں اور مصیبتوں کو دور کیجئے جو آرام اور راحت ہے اس کو ہم سے الگ مت کیجئے بھر نہ

نجات کی اس اہمیت اور ضرورت کو ظاہر کر دینے کے بعد دوسرا سوال وسائل نجات یا کتنی کے اہلیوں کا سوال ہے جس پر غور کرنے کے لئے ہم آج یہاں جمع ہوئے ہیں کہ جو کائنات کی بدبختی سے بحث و مباحثہ کے اگھاڑے کے سوا بہت ہی کم بلکہ اس قدر شاذ جمع ہوتے ہیں کہ گویا نہیں ہوتے۔ حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی جو اس زمانہ کا ایک بہت ہی

بڑا ریاضا رما اور ملک ہندوستان میں قیام امن کا جو یا تھا اس نے آج سے تیس سال پہلے اس قسم کے اہم مسائل پر غور کرنے کے لئے مذاہب عالم کی ایک کانفرنس مہرہ آئسٹونڈو کیا تھا مگر افسوس ہے کہ اس ایک ہی جلسہ کے بعد ملک کی بدقسمتی سے اس کو اشاعت اسلام کا ایک پروپیگنڈا خیال کر لیا گیا اور دوبارہ اس میں کوئی دلچسپی نہیں لی گئی۔ میری یہ رائے ہے کہ بحث و مباحثہ کی موجودہ روش کی بجائے اس قسم کی کانفرنس بہت ہی مفید ہو سکتی ہیں بشرطیکہ اس میں مختلف مذاہب کے علماء نیک نیتی سے ملک کی بہبودی کو مد نظر رکھتے ہوئے مختلف مسائل مذہبی پر آزادانہ تبادلہ خیالات کریں۔

تحقیق حق کا آسان راستہ

مختلف مسائل میں تحقیق حق کا ایک آسان راستہ جو اس اہم کام میں ہماری رہنمائی کر سکتا ہے وہ یہ ہے کہ ہر تحقیق طلب مسلمان پہلے ایک مسئلہ اور مشورہ کہ بنیاد (Base) متقرر کر لی جائے کہ جس پر کھڑے ہو کر ہم آئندہ اختلافات کا فیصلہ کر سکیں۔ اس بحث کے میدان کو مختصر اور زیادہ مفید بنانے کے لئے ایک لازمی شرط یہ ہونی چاہئے کہ ہر مسئلہ کے متعلق دعاوی اپنی اپنی اہمائی کتاب سے ہی پیش کئے جائیں۔ حواہجات کا ترجمہ صرف لفظی ہو اور ان دعاوی کو ثابت کرنے کے لئے دلائل بھی اسی کتاب سے نکال کر دکھائے جائیں اور جہاں تک ممکن ہو اس شرط کی سختی کے ساتھ پابندی کی جائے اور اہمائی کتاب کی وگالت کو اپنے من گھڑت دلائل سے پاک رکھا جائے۔

وسائل نجات میں مشترکہ بنیاد کیا ہے

اس مختصر سی تمہید کے بعد میں اب وسائل نجات پر اپنے مضمون کو شروع کرتا ہوں اور سب سے پہلے اس مضمون میں مذاہب عالم کی مشترکہ بنیاد کو تلاش کرتا ہوں اگر کئی اور نجات کے معنی دکھ سے رہائی پانے کے صحیح ہیں تو اس میں بھی کسی کو چون و چرا کی گنجائش نہ ہوگی کہ دکھ سے مراد یہاں صرف وہ دکھ ہوگا جو بدی گناہ اور پاپ کا نتیجہ ہے۔ اس جگہ دکھ اور سزا کے فرق کو اچھی طرح سمجھ لینا چاہیے اور یہ یاد رکھنا چاہیے کہ ہر سزا دکھ ضرور ہے مگر ہر دکھ سزا نہیں مثلاً طلباء کا حصول علم میں۔ عابدوں کا تپ اور عبادت میں۔ پیشہ وروں کا فن سیکھنے میں۔ دکھ اٹھانا کسی عقلمند کے نزدیک سزا نہیں کہلا سکتا پس دکھ سے چھوٹنے کے معنی صرف یہ ہیں کہ اس دکھ سے بچ جائیں جو گناہ کی سزا ہے۔

پاپ اور گناہ کی تعریف

پاپ اور گناہ کی تعریف میں اگرچہ اہل کتاب اور دوسروں کا اختلاف ہے لیکن میں اسکی تعریف کو اس قدر وسیع کر دیتا ہوں کہ ہم سب اہل کتاب اور دوسرے دونوں اس پر جمع ہو سکیں۔

Sin means any thought, word, action, omission or desire that is damaging to human progress.

ہر ایک وہ خیال۔ کلمہ فعل۔ تو گزشت یا خواہش جس سے نسل انسانی کو نقصان پہنچے گناہ ہی گناہ کی اس تعریف کو قبول کر لینے کے بعد دوسرا قدم جو ہم سب مل کر رکھیں گے وہ یہ ہوگا کہ ایسے گناہ اور پاپ سے بچنا جس کی تعریف ابھی ہم کر چکے ہیں مکتی اور نجات کا موجب ہوگا پس بدیوں سے اجتناب اور پاپ کے پرہیز سے مکتی اور نجات کا حاصل ہونا اہل کتاب تو کجا کسی دوسرے کے نزدیک بھی قابل اعتراض نہیں ہو سکتا۔ ماں بدیوں کی تفصیل میں خواہ آپ ادویا۔ اسمیتا۔ راگ دویش اور ابھینویش یعنی جہالت تکبر حرص و ہوا۔ حساد و خوف کو رکھیں خواہ معنی علماء کی طرح گناہوں اور پاپوں کی ایک طولانی فہرست تیار کر لیں بہر حال پاپ سے فوری اور گناہوں سے پاکیزگی ہی تمام مذاہب کے نزدیک مکتی یا نجات کا وسیلہ ہو سکتی ہے اس لئے سوائے ایک خاص مذہب کے جس کا نام لینا شاید اس جگہ مناسب نہ ہوگا۔ باقی تمام مذاہب حصول نجات کے لئے بدیوں سے بچنے کی تلقین کرتے ہیں۔

گناہ اور پاپ سے بچنے کو پائی (وسائل)

نجات کا کل فار و مدار جب گناہ اور پاپ کے دور ہو جانے پر آشہر اقواب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ہم گناہ سے کیونکر بچ سکتے ہیں۔ اس کے لئے عام طور پر معمولی نعمت عبادت۔ برہمچریہ یا سنیاں اور رہبانیت اور بدی کے فی الواقعہ بد ہونے کے کمال احساس کی ضرورت سمجھی جاتی ہے۔ اس خیال نے دنیا کے مختلف مذاہب میں اس قدر زور پکڑا ہے کہ کم و بیش کوئی قوم بھی ان مشقوں سے خالی نہیں رہی اسلام برہمچریہ۔ رہبانیت اور

سنیاس کو نجات کے لئے ضروری نہیں سمجھتا بلکہ اس کے نزدیک روحانی پاکیزگی کو حاصل کرنے کے لئے ایک پاک تمدنی زندگی کی ضرورت ہے۔ تمہارے تعلقات دنیا کے ساتھ وابستہ ہوں اور پھر ان تعلقات کے اندر جس قدر بھی گناہوں کے مواقع پیدا ہوں ان سے بچو تو بہادری ہو۔ ورنہ جگہیں بیٹھے ہوئے جہاں گناہ کے محرکات ٹیپے سننر سامنے نہیں آتے گناہ سے بچنا کوئی اعلیٰ درجہ کی ہمت کا کام نہیں اب قرآن کریم کی ان آیات میں جن کو میں نے شروع مضمون میں پڑھا ہے۔ بدیوں سے بچنے اور انسانی ترقی کے بلند سے بلند مینار پر پہنچنے کے لئے جن وسائل کا ذکر کیا گیا ہے ان کو میں مختصر طور پر بیان کرتا ہوں۔

لیکن اس مضمون کے بیان کرنے سے پیشتر میں یہ مناسب سمجھتا ہوں کہ میں اس مضمون کے متعلق اسلام کی پوزیشن آپ کے ذہن نشین کر دوں۔ اسلام چونکہ اس دنیوی زندگی کو کوئی بندھن اور سزا کی زندگی نہیں سمجھتا اور نہ کسی انسان کو کسی نامعلوم گزشتہ جنم کے اثرات اور سزا کی زنجیروں میں جکڑا ہوا مانتا ہے کہ جس سے آزاد ہونے اور مخلصی پانے کی ضرورت ہو بلکہ وہ ہر شخص کی روح کے دست و پا اور کریم اندریوں کو بالکل آزاد اور مختار قرار دیتا ہے اس لئے اس نے انسانی ترقی کے انتہائی مقام کا نام نجات یا کٹی نہیں رکھا کہ انسان کی اعلیٰ ترقی کے مقام کا نام فلاح رکھتا ہے کہ جو نجات اور کٹی سے بہت ہی بلند ایک مرتبہ ہے۔ زمین میں ہل چلانے پر بھی یہ نفظ بولا جاتا ہے اور فلاح کے معنی کامیابی اور مقصد کا پلینا ہے۔ کیونکہ جس طرح ہل چلانے سے زمین کی منفی طاقتیں بدرجہا آتی ہیں اسی طرح تو انسانی کمال جو عربی لغت میں لکھا ہے کہ فلاح سے بڑھ کر کوئی نفظ دینی اور دنیاوی خوبیوں

کو مثال کرنے والا نہیں۔ اسلام کے نزدیک انسانی روح کی مثال ایک بیج کی مثال ہے جس کو بڑھنے درخت بننے اور پھل لانے کے لئے صرف دشمن ذرات سے ہی نخلی اور نجات حاصل کرنے کی ضرورت نہیں بلکہ اس کے ساتھ ہی مفید ذرات کے مواد سے فائدہ اٹھا کر اپنی چھپی ہوئی قوار استعمالوں اور قابلیتوں کے ظاہر کرنے کی بھی ضرورت ہے یا اس کی مثال اس کیمیکل روحانی مکسچر کی مثال ہے جس کے اندر ہتیار غیبیوں اور کمالات کا ست محفوظ کر دیا گیا ہو اور دنیا کی اس علی زندگی میں مختلف درجہ ترقی پر اس نے اپنے کمالات اور خوبیوں کو ظاہر کرنا ہو۔ اسلام کے اس مفہوم فلاح کو مد نظر رکھتے ہوئے قرآن کریم کی ان آیات پر غور کرو جن کو میں نے شروع مضمون میں لکھا ہے۔

فلاح کے حاصل کرنے کا پہلا وسیلہ

ذکر کتاب لاریب فیہ : - فلاح کو حاصل کرنے کے لئے سب سے پہلے ایک ایسی الہی تعلیم اور کتاب کی ضرورت ہے جو ہر ایک قسم کی تحریف، تغیر و تبدل زبان کا مردہ پن اور غریب فصح ہونے کے شک و شبہ پاک ہو جس کتاب کی صحت ریویں شکوک میں شکوک ہو جائے اسکی تعلیم کی مثال بلاشبہ زہر آلود کھانے کی مثال ہے جیسا استعمال انسانی روح کیلئے یقیناً مہلک ہو سکتا ہو۔ اسلئے یہاں لفظ شک کی بجائے ریب کا لایا گیا ہے۔ کہ جبکہ معنی ایک طرف اگر شک کے ہیں تو دوسری طرف کے انجام یعنی بلاکت کے بھی ہیں پھر فرمایا ان تغلیص اور شکوک سے بالکل پاک ہونیکے علاوہ اسکو صدی لکھنیں بھی ہوتا چاہیئے یعنی نہ صرف وہ گناہوں سے

پہننے کے طریقوں کو نسلانے والی ہو بلکہ جو گناہوں سے بچے ہوئے ہیں انکی روحانی نشوونما اور حصولِ فلاح کے لئے بھی کامل ہدایت نامہ ہو وہ کتاب کبھی بھی ساحلِ نجات اور تمام فلاح تک پہنچانے والی نہیں ہو سکتی جو چند ایک تعریفی گیتوں اور ضروریاتِ دنیوی کے حصول کے لئے عجیب و غریب دعاؤں کا مجموعہ ہو بلکہ اس کی تعلیم جہاں ایک طرف گمراہ کن عقائد اور رسم و رواج سے پاک ہو وہاں زندگی کے ہر ایک شعبہ میں روحانی قواء کے ارتقاء کی منزلوں کو کھول کر بیان کرنے والی ہو۔ پس فلاح کے حال کرنے کے لئے سب سے پہلا وسیلہ ایک بے نقص اور کامل کتاب کی ضرورت ہے۔

حصولِ فلاح کا دوسرا وسیلہ

یومنون بالغیب ہے۔ وہ لوگ جو انسانی ارتقاء کے بلندی سے بلند گول اور نصب العین پر پہنچنا چاہتے ہیں ان کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ ایک غیب الغیب اور اور شیعہ خدا کی موجودگی پر ایمان لائیں یعنی غیب میں ایک عظیم الشان ہستی موجود ہے جو کل خوبیوں کی جامع اور صفاتِ حسنہ سے متصف ہے۔ اس کی موجودگی پر کامل یقین جہاں تمام قسم کی بدیوں سے انسان کو اس لئے بچا سکتا ہے کہ انسانی ہستی کا مفروضہ اصل الہی کو حاصل کرنا ہے۔ دل کے اندر اس ایمان کا موجود ہونا کہ وہ میرا محبوب جس کو میں ملنا چاہتا ہوں گو مجھے آنکھوں سے نظر نہیں آتا تاہم وہ مجھے دیکھ رہا ہے۔ یہ ایمان بدیوں سے بچانے کے لئے ایک نہایت ہی ضروری چیز ہے۔ اسی

لئے قرآن کریم نے یومنون بالغیب کے معنی ایک جگہ یحیون ربہم بالغیب اور دوسری جگہ من حشی الرحمن بالغیب کہے ہیں یعنی وہ لوگوں کے سامنے ہی اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتے بلکہ غیب کی حالت یعنی تنہائی میں بھی ڈرتے ہیں۔ یا صرف سوسائے کے ہی گناہوں سے نہیں بچتے جن سے اکثر دہریہ بھی بچتے ہیں بلکہ تنہائی کے گناہوں سے بھی بچتے ہیں جن کا اثر صرف انسان کی اپنی نوح پر پڑتا ہے۔ اسی طرح اس کی صفات حسنہ کا تصور انسان کے اندر بے شمار غریبوں کو پیدا کر سکتا ہے اس لئے کہ اس بہت تن غریبی محبوب سے ملنے کے لئے اپنے اندر وہی غریبیاں پیدا کرنے کی ضرورت ہے۔

فلاح کے حاصل کرنے کا تیسرا وسیلہ

تقیون الصلوٰۃ ومارزقنہم نیفقون قیام صلوٰۃ یا ایضاً پارسنا بجالانا اور جو کچھ خدانے مال و دولت اور توہمی اور استعداد میں انسان کو عطا کی ہیں ان کو خدا کی راہ میں یعنی مخلوق خدا کی بہتری میں خرچ کرنا۔ اسلام میں قیام صلوٰۃ (ایشیورپاسنا) کا مفہوم صرف اس قدر ہے کہ انسان کے سامنے اسکے حقیقی نصب العین یا ایشیوری احکام کی فرمانبرداری کو جو فی الحقیقت ارتقاء نسل انسانی کا ایک ہی ذمہ ہے۔ اس طرح پر رکھا جائے جو کسی وقت بھی اس کی آنکھوں سے اوجھل نہ ہو سکے تاکہ وہ دن رات کے چوبیس گھنٹوں میں کسی وقت بھی اپنے فرائض سے غافل نہ ہو۔ اسی

لئے دن اور رات کی متعدد گھنٹوں میں کم از کم پانچ مرتبہ گویا تمام مذاہب
 عالم سے زیادہ ہم خدا کے سامنے اس کی فرمانبرداری کا اقرار کرتے ہیں۔
 عبادتِ الہی کا یہ فلسفہ جہاں تک میں سمجھتا ہوں۔ اسلام نے اور صرف اسلام
 نے ہی دنیا کے سامنے رکھا ہے۔ ہماری نماز کیا ہے۔ اس کے الفاظ اور ارکان
 پر غور کرو تو عساف پتہ چل جاتا ہے کہ یہ فی الحقیقت احکامِ الہی کی تعمیل اور
 فرمانبرداری کا عہد ہے کہ جو ہم متعدد مرتبہ نمازوں میں باندھتے ہیں۔ اسی لئے
 قرآن کریم نے فرمایا ان الصلوٰۃ تنہی عن الفحشاء والمنکر۔ حقیقی نماز وہی ہے جو
 بدیوں اور خدا کی منع کی ہوتی باتوں سے بچاتی ہے تاکہ جو شخص نماز پڑھنے کے
 باوجود بدیوں میں مبتلا ہے وہ یہ سمجھ لے کہ میری نماز حقیقتاً نماز نہیں ہے۔
 پس نماز بھی اگر ایک طرف بدیوں سے بچنے کا ذریعہ ہے تو دوسری طرف خدا
 کی شان اور صفاتِ الہی کو سامنے رکھ کر اپنی استعداد کے مطابق اس کا
 نمونہ اپنے اندر پیدا کرنا ہے جو حقیقی معرفتِ الہی کے حصول کا ایک ہی ذریعہ
 ہے۔ ان دو احکام میں سے ایک یعنی نماز پڑھنے کا حکم۔ بدن اور جسم کی
 عبادت ہے اور خدا کی راہ میں یا مخلوق خدا کی بہتری میں تو ملی اور طاقتوں
 مال اور منال کا خرچ کرنا یہ مائی قربانی ہے۔ جس شخص کے تمام کے تمام قولے
 مخلوق خدا کی بہتری میں خرچ ہوں وہ دوسروں کے لئے نعمان رساں یا
 ایذا دہندہ کیونکر ہو سکتا ہے۔

حصولِ فلاح کا چوتھا ذریعہ

یونینوں، ہوائی ایل، ایک و ما انزل من قبلک ہے یعنی ان صدقاتوں اور ان کے لانے والوں کے عملی نمونہ کی پیروی کرنا ہے جو دنیا کی مختلف اقوام کے اندر یقینی طور پر ساحلِ نجات اور مقامِ فلاح پر پہنچ چکے ہوئے تھے۔ صرف کتابی تعلیم ہماری رہنمائی کے لئے اس لئے کافی نہیں ہو سکتی کہ اس کے مطابق کامیابی حاصل کرنے میں اکثر علماء کا اختلاف ہو جایا کرتا ہے۔ اس لئے اس حصہ تعلیم کا صحیح مفہوم سمجھنے کے لئے ایک ایسے نمونہ کی ضرورت ہوتی ہے جو الہی اشاروں کے ماتحت اس تعلیم پر عمل کر کے دکھاتا ہے۔ اس مقدس وجود کو اسلام کی اصطلاح میں نبی اور رسول کہتے ہیں۔

حصولِ فلاح کا پانچواں ذریعہ

و بالآخرۃ ہم یوقنون، یعنی جو کچھ ہم کر رہے ہیں یا جس قدر اعمال اور اعمال ہم بجا کر رہے ہیں یقینی طور پر بالآخر ہمیں ان کا پھل ملے گا۔ ہمارے اعمال اور حرکات ہرگز ضائع نہیں جاتے اگرچہ بظاہر ہیں اس دنیا میں بیشتر اعمال کی جزا اور سزا ملتی ہوئی نظر نہیں آتی تاہم ہمارے اعمال محفوظ نظر میں اور وہ ضرور ایک نہ ایک دن یقینی طور پر نتائج پیدا کریں گے اس پر یقین انسان کے اندر اس کے اعمال کی ذمہ داری کا احساس اور کھٹکا پیدا کرتا ہے

جو نیک اعمال کے بجالانے اور بدیوں سے بچانے کے لیے نہایت ہی ضروری امر ہے
اصولی رنگ میں یہ وہ پانچ وسائل یا ذرائع ہیں جن کی تشریح اور تفصیل قرآن شریف
میں لکھی ہے۔ اور جن کے اختیار کرنے سے انسان نہ صرف ساحل نجات تک ہی پہنچ
سکتا ہے۔ بلکہ اس سے بڑھ کر انسانی رُوح کے بلند سے بلند مقام فلاح کو بھی حاصل
کر سکتا ہے اسی لئے قرآن کریم ان لوگوں کے متعلق جو ان وسائل کو اختیار کرتے ہیں فرماتا
ہے اور لنگ علیٰ حدی من رہم و اولنگ عم المنلحون کہ یہی وہ لوگ ہیں جو اپنے رب
کی طرف پہنچنے والی شاہراہ پر سوار ہیں اور یہی وہ لوگ ہیں جو فلاح یعنی دین و دنیا کے
تمام درجات کمال کو حاصل کرنے والے ہیں۔

اسلام کے نزدیک کوئی خاص ایک مذہب ہی نجات کا ٹھیکہ نہیں

یہ امر بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ اسلام شروع دنیا سے کسی ایک ہی خاص
مذہب کو جو ایک ہی قوم اور محدود ملک کے اندر پھیلا نجات کا واحد ٹھیکہ دار قرار نہیں
دیتا بلکہ اس رب العالمین اور الرحم الرحیم کا خوان ربوبیت اور واہن رحمت تمام
اقوام عالم کے سامنے یکساں طور پر پھیلا ہوا تسلیم کرتا ہے۔ یہ ایک نہایت ہی نامقول
اور خدا کی شان کو دھبہ لگانے والی بات ہوگی کہ وہ تمام نسل انسانی میں سے صرف ایک
ہی قوم کو نجات کی راہوں سے امداد دے اور باقی اقوام عالم کو ہلاکت اور گمراہی کے
گرداب بلا میں چھوڑ دے یا خواہ مخواہ سزا اور دکھ کی نچیون میں قید کر رکھے۔ اسلام خدا کی

سببت اس قسم کی جہنم داری اور دھڑا بندی کے افعال کو منسوب نہیں کرتا بلکہ ہر ایک مذہب کا مقصد وجد لوگوں کو نجات کے گول تک پہنچانا قرار دیتا ہے۔ اس لئے تمام ان مذاہب کو بھی جو اسلام سے پیشتر دنیا میں موجود تھے ان کی اہلی اور خالص تعلیم کے دہلی میں یقیناً نجات کے دلانے والے تسلیم کرتا ہے نجات کا کل دار و مدار جب گناہ کے دور ہو جانے اور خدا کی معرفت حاصل ہو جانے پر آٹھرا تو پھر کونسا مذہب ہے جس نے اپنا انتہائی پاکیزگی کے دنوں میں ان دو باتوں کی تلقین نہیں کی اور ان دونوں کو حاصل کرنے کے لئے طرح طرح کے ذرائع اور وسائل اختیار نہیں کئے۔ اگر ہندوستان کی تاریخ رضیوں نبیوں اور یوگیوں کے کثرت پر توں اور ریاضت ہائے شاقہ سے لبر نہ ہے تو بد جہوں اور میسجوں کی عمومی ہستی بھی ان واقعات سے خالی نہیں۔ گناہ اور پاپ سے نفرت اور کامل بیزاری کا خیال تقریباً تمام مذاہب میں پایا جاتا ہے۔ اور دوسری طرف خدا کے ساتھ کامل محبت عشق اور پریم کی مثالیں بھی اہل کتاب میں خصوصیت سے ملتی ہیں ان دو باتوں میں سے پہلی ایک شق میں تو دوسری بھی شامل ہیں۔

مسیحیت نے بھی بہت لوگوں کو نجات دلائی

شق اول یعنی بدی سے کامل بیزاری کے متعلق مسیحیت کی تاریخ میں ایک زمانہ ایسا بھی گزرا ہے کہ جب گناہوں کی روک تھام میں ایک حیرت انگیز طریق عمل جاری تھا اور یہ اس مذہب کی ابتدائی دو صدیوں کا زمانہ ہے۔ لکھتے ہیں کہ اس وقت اخلاقی لاپرواہی

کو سجاتِ اخروی کے لیے ایک لازمی شرط سمجھا جاتا تھا۔ اور جس شخص سے کوئی بڑا
 گناہ سرزد ہو جاتا تھا۔ تو اس کو گرجا کی حاضری سے محفل کر دیا جاتا تھا۔ اور ایک
 مقررہ وقت تک جو گناہ کی نوعیت کے مطابق مقرر ہوتی تھی مجرم کو اپنی بیوی کے
 پاس جانا۔ اچھا کپڑا پہننا۔ اچھا کھانا کھانا۔ غرض جملہ لذات کو اپنے اور حرام کر لینا
 ہوتا تھا۔ سخت سے سخت ریاضتیں کرنا ہوتی تھیں اور میعاد کے آخری دن اسے تمام
 مسیحیوں کے سامنے علانیہ سر منڈانے۔ چہرہ پر خشک ڈالے۔ کپڑے کی بجائے جسم
 کو پورے سے ڈھانپے ہوئے حاضر ہونا پڑتا تھا اور وہ اگر پادری کے قدموں پر
 اپنے تئیں گرا دیتا تھا اور پکار پکار کے اپنے گناہوں کا اقرار کرتا تھا۔ صفیابی نہیں۔
 اس منتر کے زمانہ میں تمام عیسائیوں کا اس کے ساتھ بائیکاٹ یا مقاطعہ ہو جاتا تھا۔
 کوئی عیسائی نہ اس سے مل جل سکتا تھا نہ بات چیت کر سکتا تھا نہ اس کے ساتھ
 کھانا کھاتا تھا۔ آہ کس قدر عبرت ناک نظارہ ہے کہ جس کے خیال سے بھی انسان
 کا دل گداز ہو جاتا ہے کیا اس رحم الراحمین دیالو اور کربانو خدا کہ اس پر رحم نہ آتا ہو گا
 گناہ سے اس انتہائی بیزاری کے ساتھ ساتھ ان کے اندر خدا کی محبت بھی تھی اور اس
 محبت میں اس قدر شدت تھی کہ سینٹ تھریسیا و ماما انکا کرتی تھی کہ کاش ساری کائنات
 فنا ہو جائے اور میں اکیلی موجود ہوں تاکہ اپنے تمام کی خدمت گزاری کا حق مجھی کو حاصل
 رہے۔ سینٹ میلینا کا شوہر اور اس کے دونوں بچوں کے وفین ہو چکے اور دنیا میں اس کا
 کوئی والی و وارث نہ رہا تو وہ ان کی قبروں پر جا کر بیٹھی و رکنا کہ الہی تیرا شکر ہے کہ تو نے

ان بکھیروں سے مجھے نجات دی میں اب پوری میکسوئی کے ساتھ تیری خدمت گزار رہی
 کر سکوں گی۔ الہی عشق و محبت کی ان دو داستانوں سے یہ ظاہر ہے کہ ان کے دل کے
 اندر تڑپ تھی تو اسی جذبہ سے خون میں حرارت تھی تو اسی لگن کو کھولنا ان میں جوش تھا
 تو اسی لئے کہ ہم خدا سے مل کر نجات کو حاصل کریں۔ اگر وہ بندہ اور تعصب نے کسی
 کے دل کو تپ سے بھی زیادہ سخت نہیں کر دیا تو عشق و محبت کی ان دونوں دیویوں
 کے حق میں ہر شخص کا فتویٰ یہی ہو گا کہ وہ اسی زندگی میں نجات یافتہ روحیں تھیں۔
 خدا کی نگاہ کسی کی خشک اور رنگ دروہ اور ملک و قوم کی گردیدہ نہیں۔ وہ دلوں کی
 بستی کو دیکھتا ہے کہ اس کے اندر پاکیزگی اور عصمت و عفت کے جذبات موجود ہیں
 یا نہیں۔

اسلام نے دنیا کو کس طرح نجات دلائی

اسلام میں نجات صرف آئندہ زندگی کی کسی حالت کا نام نہیں بلکہ اسی دنیا کی
 زندگی میں گناہ سے غلطی حاصل کرنے کا نام نجات ہے۔ اب اس پر سوال یہ ہے کہ آیا
 اسلام نے اس دنیا کی زندگی میں نجات دلائی۔ اسلام سے پیشتر دنیا کی حالت جیسی کچھ
 تھی اس پر زیادہ دیکھنے کی ضرورت نہیں۔ دنیا کی تاریخ اس پر گواہ ہے۔ کہ
 ظہر الفساد فی البر والبحر تھی اور تری دینی اور دنیوی دونوں حالتوں میں ایک فساد عظیم
 واقع ہو گیا تھا اور خصوصاً عرب میں تو گویا بربطوں کا ایک سیلاب اٹھ آیا تھا کہ باطلات

ایسی نظر نہ آتی تھی جو اس رو کو روک سکے مگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ذاتی نمونہ اور
 آپ کی حکیمانہ تعلیم نے تیرہ سال کے عرصہ میں جو اصلاح کر کے دکھائی اس کا نقشہ قرآن
 کریم نے یوں کھینچا ہے۔ وعباد الرحمن الذین یمشون علی الارض ہونا واذا
 خاطبہم لجاہلون قالوا سلاما والذین یبیتون لربہم سجداً وقیاماً
 والذین اذا انفخوا لم یسرفوا ولم یقتوا وکان بین ذلک ثواباً والذین
 لا یدعون مع اللہ ائمتھا الاخر ولا یقتلون النفس التي حرم اللہ الا بالحق
 ولا ینفون پھر فرمایا والذین لا یشہدون الزور وراذعوا باللغو و
 کراماً

یعنی ان لوگوں کے از جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہوئے ہیں۔ کتنا
 بڑا انقلاب پیدا ہو گیا ہے۔ وہ نہایت درجہ کے متکبر تھے۔ ان میں انکسار پیدا کیا۔ وہ
 جہالت پر فخر کیا کرتے تھے۔ اب جاہلوں کا مقابلہ ہی نہیں کرتے۔ اور بجائے دوسروں
 بڑا چاہنے کے ہر ایک کے لئے سلامتی پاہتے ہیں۔ وہ ساری ساری رات شراب بخوری
 عیاشی میں گزارا کرتے تھے۔ اب ساری ساری رات عبادت الہی میں گزارتے ہیں۔
 وہ شراب میں مخمور ہا کرتے تھے۔ اب محبت الہی کی شراب نے اس کی جگہ لے لی ہے۔
 اور وہ جوئے اور بیجا فخر اور رسم و رواج کی پابندیوں پر اپنا روپیہ تیاہ کیا کرتے تھے
 اب اپنے مالوں سے غربا کی امداد و بیکوں کی خبر گیری تیاہی کی پرورش غلاموں کی آزادی
 غرض مخلوق خدا کی خدمت میں صرف کرتے ہیں۔ شرک ان کے خون میں جا ہوا تھا۔

اب توحید الہی سینوں میں موجزن ہے ان کے نزدیک انسان کا قتل کر دینا ایسا ہی تھا جیسا
ایک چیونٹی کا پاؤں کے چبھے مسل دینا۔ اب وہ انسان کی زندگی کی ایسی قدر کرتے ہیں
کہ کسی کو ناحق قتل کرنے کے لئے ہاتھ نہیں اٹھاتے۔ وہ زنا پر فخر کرتے تھے۔ اب
عورت سامنے آجائے تو ان کی آنکھیں نیچی ہو جاتی ہیں۔ جھوٹ بولنا ان کا دن ست
کا کام تھا۔ اب سچائی کے ایسے عاشق ہیں کہ جھوٹ کے پاس نہیں بچکتے۔ وہ بہبود
اشغال میں اپنا وقت ضائع کر دیتے تھے۔ اب لغو کام کے پاس سے بزرگوں کی طرح گزر
جاتے ہیں۔ اور ان سب کے آخر پر فرمایا کہ ان کی اب دلی آرزو کیا ہے واجعلنا
للمتقین اماما ایسی راہ پر چلیں کہ ان کے پیچھے چلنے والے متقی بنیں۔ ایسا ہی دوسری
جگہ صحابہ کے ذکر میں فرمایا۔ ولكن الله يحب الایمان وزینتی قلکم
وکرہ الیکم الکفر والفسوق والعصیان۔ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے نزدیک ایمان
کو محبوب بنا دیا اور اُسے خوبصورت بنا کر ان کے دلوں میں محکم کر دیا۔ اور ہر ایک کفر اور فسق
اور گناہ کے کام کو ان کے نزدیک مکروہ کر دیا۔ یہ وہ نجات ہے جس کا نمونہ محمد رسول اللہ
صلعم نے اس دنیا میں دکھایا۔ آپ نے انسانوں کو خطرناک گناہوں سے اس دنیا کی
زندگی میں آزاد کر دیا۔ انہیں سال نجات پر اسی دنیا میں پہنچا دیا۔ اور آخرت میں نجات کا
انہیں ملنا ایک بدیہی بات ہو گئی *

نجات اصل ترقیات کی ابتدا ہے

لیکن جیسا کہ میں پہلے بتا چکا ہوں قرآن کریم نے اس حد تک انسان کی تعلیم کو ختم نہیں کر دیا۔ کہ وہ گناہ کی غلامی سے نجات حاصل کرنے اور دکھوں میں پڑنے سے بچ سکے بلکہ اس کو انسان کی ترقیات کی ابتداء یا پہلی سیڑھی قرار دیا ہے اور روحانی ترقیات کا میدان اس سے آگے ہے اور وہ میدان ایسا ہے کہ جہاں موجودہ زندگی میں ہمارا وہم و گمان بھی نہیں پہنچ سکتا۔ ہاں ان ترقیات کا کچھ حصہ اس علم میں بھی مل جاتا ہے۔ اسلام نے جو انقلاب عظیم دنیا کے اندر پیدا کیا۔ اس میں نہ صرف انسانوں کو گناہ سے ہی نجات دلائی بلکہ ان مقامات عالیہ پر بھی پہنچایا۔ یہ ایک ہی مذہب دنیا کے اندر نظر آتا ہے کہ جس نے فلاح کو حقیقی معنوں میں اپنے پیروؤں کو دلایا۔ دین اور دنیا دونوں قسم کی بجلیاں کمال دہم میں ان کے اندر جمع کیں۔ وہ اگر ایک طرف زہاد اور عبادت میں اپنی نظیر نہیں رکھتے تھے۔ تو دوسری طرف ملک اور قوم کی تنظیم میں بھی اس امی قوم نے جو قابلیت دکھائی وہ بڑے بڑے ماناؤں کو حیرت میں ڈالنے والی ہے۔ وہ رات کو عبادت میں کھڑے ہوتے تو کوئی گمان نہ کر سکتا تھا کہ ان کا شغل سوائے زہاد اور عبادت کے کچھ اور بھی ہے اور دن کو شجاعت کے جوہر دکھانے تو کسی کو خیال نہ آ سکتا تھا کہ سوائے سپاہ گری اور ملک گیری کے کوئی اور کام بھی ان کا ہے۔ سیاسی اور قومی۔ اخلاقی اور روحانی حالتوں کے اندر چند سال میں اس قدر انقلاب پیدا ہو گیا۔ کہ ایک عالمگیر

مذہب اور ایک عالمگیر سلطنت انہوں نے ایک ہی وقت میں قائم کر کے دکھادی
کیا پاک اور روحانی مذہب کہ جس نے اس قوم کو کہ جو انتہائی ذلت کے درجہ پر
گری ہوئی تھی۔ صداقتاً سستبازی اور پاکیزگی کے اس مقام تک پہنچا دیا۔
کہ جس کا ذکر مس ابھی آپ لوگوں کے سامنے کر چکا ہوں۔ اور جس کی بابت سائیکلو
پیڈیا برٹانیکا نے یہ اعلان کیا کہ اس قوم کا ہادی *The most successful*
of all the prophets & religious personalities.

(*Art. Auron*) تمام انبیاء عالم اور مذہبی شخصیتوں سے کامیاب ترین شخص مظلوم
کیسی عظیم الشان آسمانی سلطنت کہ جس کے اندر نظم و نسق اور امن و امان کے تحفظ کے
لئے کسی فوج اور پولیس کی ضرورت نہ تھی۔ اللہ تعالیٰ کی مسجدوں کی پر ایمان۔ ایمان
بالنیب کے درجہ سے ترقی کر کے ایمان بالمشہود اور اس کے حاضر و ناظر ہونے پر کامل
یعین پیدا کر چکا تھا۔ ہر ایک قسم کے جرم اور گندگی کی بیخ کنی ہو چکی تھی۔ تاہم اگر غفلت
اور فروگزاشت کی لغزش کسی کے گناہ کا موجب ہو جاتی تھی۔ تو وہ پولیس کی حرارت
کے بغیر خود بخود دربار نبوی میں حاضر ہو کر اپنے جرم کی خود اطلاع دیتا اور سزا کا طالب
ہوتا تھا۔ وگلا نہ تھے کہ مجرم کو سزا سے چھڑواتے۔ اور سفارشی نہ تھے کہ گنہگار کو
بچاتے۔ طاقتور اپنی طاقت سے کمزور کو اور دولت مند اپنی دولت سے مفلس کو نقصان
نہ پہنچا سکتا تھا۔ یہ تمامہ سوگ اور آسمانی بادشاہت کا نقشہ کہ جس کی پیشتر
سے خبر دے دی گئی تھی۔ اس عظیم الشان اصلاح اور حیرت انگیز انقلاب نے یہ ثابت

کر دیا کہ قرآن کی وحی انسان کے مخفی فوار کو نشوونما دے کر اسے کس مقام پر
 پہنچا سکتی ہے۔ عرض اسلام کی تعلیم نے نہ صرف لوگوں کو گناہ کی غلامی سے ہی
 نجات دلوائی بلکہ فلاح کے اس بلند ترین مقام پر پہنچا دیا کہ جس کے اندر دینی اور
 دنیوی تمام قسم کی بھلائیاں درجہ کمال تک جمع تھیں۔ جو دلیل ہے اس بات کی کہ وہ
 اپنی آئینہ زندگی میں بھی روحانی ترقیات کے بلند سے بلند مقام فلاح تک پہنچیں
 گے۔ اللہم صل علی محمد وعلی آل محمد۔

دارالکتب اسلامیہ کی تین منظریں کتابیں

سیرت خیر البشر شروع کتاب میں عرب کا نقشہ دیا گیا ہے۔ ملک عرب میں جو اقبانی حالت کا اسکا تعلق دوسرے ممالک تو اوم سے بتایا گیا ہے۔ بعد میں تمام حصوں میں میں

نہی تاریکی اور روحانی فیض کا مفقود ہونا آپ کی بعثت سے پہلے اور بعثت کے موقع پر چند برسے نشانات کا ذکر کیا گیا ہے جو ظہور پذیر ہوئے۔ اور پھر زمانہ بچپن سے لیکر آخر عمر تک کے حالات جمع ہیں۔ اس منظر تصنیف میں صرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق فاضلہ پر حقیقتاً روشنی ڈالی گئی ہے تاکہ نبی نوع انسان کے لیے بالعموم اور اہل اسلام کیلئے بالخصوص رذائے عمل نمانگی کے مختلف شعبوں میں شعل راہ ہو۔ دوم ایڈیشن اہمیت بجلد ایک و پچھ بجلد ایک پڑھ کر پتہ آئے۔

یہ کتاب حال میں حضرت مولوی محمد علی صاحب اہل سنت نے تصنیف فرمائی ہے۔ اس کتاب میں واقعات کے رنگ میں حضرت مروج نے

تین مختلف اشاد

نابت کیا ہے کہ خلفائے راشدین کا زمانہ بھی درجس زمانہ نبوی کا نتیجہ ہے۔ ہر ایک نیشہ کا زمانہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک خاص خلق کا ظہور تھا۔ اور خلافت راشدہ کے چار مختلف زمانے مسلمانوں کو چار عظیم الشان سبق دیتے ہیں جو ہر حالت میں انکے خضر راہ ہیں۔ بہت سے اعتراضات جو غیر مسلم تہمت یا تعصب کی وجہ سے اسلامی فتوحات پر کرتے ہیں اس کتاب کے پڑھنے سے دور ہو جاتے ہیں۔ کتاب کے ساتھ خلافت راشدین کی مسخنت کا نقشہ بھی دیا گیا ہے۔ ہر ایک اہل فہم اس کتاب کے متعلق اعلیٰ رتے رکھتے ہیں۔ ہر ایک مسلمان کو اسکا مطالعہ کرنا چاہیے۔ قیمت جلد چھ بجا جلد صرف چھ روپے

حدوث مادہ ایک آریہ صاحب مباحثہ جس میں ثابت کیا گیا ہے کہ مادہ حادث ہی قیمت ۵ روپے

فیجہ دارالکتب اسلامیہ احمدیہ بلڈنگس لاہور سے طلب فرمائیں